Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:10 (1974)

تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنہ
(۷)

محمد صغیر حسن معصومی

وقولہ : ''فأما الذین امنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم،، : بہرحال، جو، ایمان والے ھیں وہ جانتے ھیں کہ یہ ان کے پروردگار سے حق ھے، یعنی وہ جانتے ھیں کہ چھوٹے چھوٹے جسم و جثّہ والے جانداروں کی مثل حق ھے۔ کیونکہ وہ ان میں حکمت و لطافت کی عجیب عجیب گلکاریاں دیکھتے ھیں۔

وقولہ : '' واماالذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ بھذا مثلا،، اور جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے وہ کہتے ھیں کہ ایسی مثل سے اللہ تعالیٰ کا کیا مطلب ھے ؟ یعنی ان کو ان جانداروں میں حکمت و فن کی عجیب و غریب کارستانیاں نظر نہیں آتیں، وہ صرف ان کی حقیر اور کمتر جسامت کو دیکھتے ھیں۔

وقولہ : ''یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا،،: اللہ تعالی ایسی مثالوں سے بہتوں کو گمراہ کرتا ھے اور بہتوں کی رھنمائی۔

یہ آیت معتزلہ کے نظریہ کے خلاف ھے ، یعنی جب کفار کہتے ھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی مثل سے کیا مراد لیا ھے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ھے کہ : '' اللہ کا مقصد ھے کہ اس مثل سے بہتوں کو گمراہ کرتا ھے، اور یہ بھی اس کا ارادہ ھے کہ اس مثل سے بہتوں کو راستہ دکھائے۔ مطلب یہ ھے کہ اللہ ان کو گمراہ کرتا ھے جن کے متعلق وہ جانتا ھے کہ اللہ کے علم میں ھے کہ اس مثل سے یہ لوگ گمراھی اختیار کریں گے۔ اور ھدایت

ان لوگوں کی کرتا ھے جن کے بارے میں اللہ کو علم ھے کہ یہ لوگ ھدایت اختیار کریں گے ۔ غرض اللہ تعالیٰ ھرایک سے اپنے علم کے مطابق ارادہ کرتا ھے کہ وہ اپنی پسند اختیار کرے، واللہ اعلم ۔

معتزلہ کہتے ھیں کہ اللہ تعالیٰ تو ھر ایک کی ھدایت کرنا چاھتا ھے لیکن وہ لوگ ھدایت نہیں پاتے ۔ دیگر اینکہ وہ ''اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ھے،، یعنی گمراہ میں ضلالت کے فعل کو اور ھدایت یافتہ میں ھدایت پانے کے فعل کو پیدا کرتا ھے ۔ جیسا کہ ''اھدنا الصراط المستقیم،، کے ماتحت بیان مذکور ھوا ۔

وقولہ : ''وما یضل بہ الا الفاسقین،، اور ایسی مثل سے وہ صرف بدکاروں ھی کو گمراہ کرتا ھے ۔ یعنی اس مثل سے اللہ تعالیٰ نہیں گمراہ کرتا مگر فاسق ھی کو جو اس میں کوئی خوبی اور لطافت ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتا ھے ۔

وقولہ : ''الذین ینقضون عھد اللہ من بعید میثاقہ،،: یہ وہ فاسق ھیں جو اللہ تعالیٰ سے قول و قرار کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑتے ھیں ،،۔

اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کی دو توجیہیں بیان کی گئی ھیں :

۱ ۔ عہد خلقت : اللہ تعالیٰ کی ھر مخلوق باری تعالی کی وحدانیت پر شہادت ھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ھے :

(۱) وفی انفسکم افلا تبصرون (الذاریات : ۲۱)،، کیا تم اپنی ذات میں نہیں دیکھتے ؟ (کہ کس طرح اللہ نے پیدا کیا ھے) ۔

(۲) ''أو لم یتفکروافی انفسھم (الروم : ۸) کیا یہ لوگ اپنی ذات میں غور و فکر نہیں کرتے ؟ مطلب یہ ھے کہ اگر اپنی ذات میں نظر کریں اور تامل سے کام لیں تو اپنے بنانے والے کو پہچان لیں کہ وہ ایک اور یکتا ھے جس کا کوئی شریک نہیں ۔

۲ ۔ عہد رسالت : انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) کی زبان پر (رسالت

کا عہد اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے لیا)، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ''وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلاۃ و اتیتم الزکاۃ وأمنتم برسلی (المائدہ : ١٢)،، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بےشک میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں، البتہ اگر تم نے نماز ادا کی، زکات دی، اور میرے رسولوں پر ایمان لائے۔ (تو میں تمہارے ساتھ ہوں)۔

''واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب (الٰعمران : ١٨٧) الآیۃ، ''اور جب اللہ تعالی نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جو کتاب دئے گئے ہیں۔،، تو ان لوگوں نے عہد خلقت اور عہد رسالت، دونوں کو توڑ دیا۔

وقولہ : ''ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل،، : اور وہ لوگ اس کو کاٹ دیتے ہیں جس کو جوڑنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

دو مفہوم کا احتمال ہے : (١) بعض رسولوں پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ سارے انبیاء رسل پر ایمان لانے کا حکم ہے، چنانچہ اللہ تعالی ان کے قول کو بیان کرتا ہے :'' نؤمن ببعض و نکفر ببعض (النساٗ : ١٥٠) (ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں، اور بعض کا انکار کرتے ہیں)۔

(٢) بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، مگر یہ لوگ ملنا جلنا ترک کرتے ہیں۔

وقولہ : ''و یفسدون فی الارض،، اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم بھی دو طرح بیان کیا جاتا ہے : (١) لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے : ''یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف (التوبۃ : ٦٧) (برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں)۔

بعض یہ کہتے ہیں (٢) کہ خود یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرتے

ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے: ''ویسعون فی الارض فسادا،، (المائدہ: ۳۳، ۶۳) (اور زمین میں دوڑتے ہیں فساد کرنے کو)۔

وقولہ: ''اولئك هم الخاسرون،، یہی ہیں وہ لوگ جو نقصان اٹھاتے ہیں۔

یہاں بھی دو مفہوم کا احتمال ہے: (۱) نقصان اٹھائے کہ دنیا میں اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو نہ پاسکے، اور سب رائیگاں گئیں۔

حسن (بصری) سے روایت ہے کہ انہوں نے 'هم الخاسرون، کے بارے میں کہا کہ انہوں نے اپنے نفوس آگ کے طبقوں میں ڈال دئے، کہ کفر اختیار کیا، اور یہ کھلا نقصان ہے۔

وقولہ: ''کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم،، تم کیوں کر اللہ کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، تم کو اللہ تعالی نے حیات بخشی، پھر تم کو موت دیگا اور پھر زندہ کریگا،،۔

چند مفہوم ہوسکتے ہیں: (۱) تمہارے پاس کہاں سے دلیل آگئی کہ اللہ کے سوا بتوں کو اور ان کے سوا کو پوجنا حق ہے؟ کیونکہ ان چیزوں نے موت کے بعد کسی چیز کو نہ پیدا کیا، اور نہ زندہ کرنے کے بعد مارنے کی قدرت (ان کو ہے)۔

(۲) موت کے بعد بعث (زندہ ہوکر اٹھنے) کا کیونکر انکار کرتے ہو، یعنی بے جان نطفہ تھے اللہ تعالی نے تم کو زندہ کیا۔ پہلی پیدائش کا تم انکار نہیں کرتے، پھر کیسے موت کے بعد حیات کا انکار اور بعث کا انکار کرتے ہو؟۔

(۳) موت کے بعد زندہ کرنے اور حساب و کتاب کے لئے قیامت کے دن اٹھنے کا انکار کیسے کرتے ہو، حالانکہ یہ بات عقل کو لگتی ہے کہ ساری مخلوق کو فنا کرنے کے لئے اور کسی انجام کے ارادہ کے بے غیر مارنے

کے لئے پیدا کرنا فضول اور عبث ہے۔ کیونکہ برباد کرنے اور توڑنے کو عمارت بنانا بیہودہ اور عبث ہے، اسی طرح بے غیر کسی انجام و نتیجے کے دوڑنا بیکار و بیسود ہے، پھر اللہ کے فعل کو کیسے بیکار اور عبث کہا جاسکتا ہے، اگر اللہ بزرگ و برتر نے مخلوق کے لئے کوئی جزا و سزا کی جگہ نہیں بنائی تو ان کا پیدا کرنا محض لغو، بے سود اور خالی از حکمت ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے ایسے فاسد افکار سے بہت بلند و بالا ہے۔

وقولہ : ''ثم الیہ ترجعون،، پھر تم سب اسی اللہ کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

۱ - یعنی تم کو علم ہے کہ تم سب اسی اللہ کی طرف واپس جاؤگے، اور وھی مرجع اور ٹھکانا ہے،

۲ - تم سب اس عذاب کی طرف لائے جاؤگے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کے خلاف حجت و دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دے دی تھی کہ پہلی موت یعنی نہ پائے جانے کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، نیز اللہ تعالیٰ ان کو دوسری موت کے بعد اٹھائیگا ''پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے،، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم یقین کرلو کہ اسی کی طرف واپس لائے جاؤگے۔

قولہ : '' ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا،، وھی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ان ساری چیزوں کو پیدا کیا جو زمین میں ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت کو ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا،، کا صلہ بیان کیا ہے، یعنی تم اس ذات کا انکار کیسے کرتے ہو جس نے تمہارے فائدے کے لئے زمین کی ساری چیزوں کو پیدا کیا جو اللہ کے ایک ہونے پر رہنمائی کرتی ہیں، کیونکہ زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اللہ کی وحدانیت پر دلیل نہ ہو،

یہ مفہوم بھی ہے کہ تم لوگ اس ذات کا انکار کیونکر کرتے ہو جس

نے تمہارے لئے زمین میں ایسی نعمتیں پیدا کیں جن کا شکریہ ادا کرنا تمہارے لئے واجب نہیں کیا۔ تو تم لوگوں نے ان نعمتوں کے شکریہ کا مستحق اس ذات باری کے سوا کسی دوسرے کو کیونکر سمجھا ؟

اس بات کا احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی چیزوں کو تمہارے لئے ابتلا و آزمائش کی غرض سے پیدا کیا، اور دنیا میں تمہارا ان کے ساتھ امتحان لینا مقصود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ''لیبلوکم ایکم احسن عملا (سورۃ الملک : ۲)،، تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل میں ہے،، پھر تم سب دوسری دنیا میں ضرور جزا دئے جاؤگے، پھر کیونکر تم نے قیامت کے دن اٹھنے کا انکار کیا ؟

علاوہ ازیں دنیا میں مخلوق کو فنا کے لئے پیدا کرنے اور آخرت کے لئے زندہ کرنے کی حکمت بیان کرنے میں حکمت و دانشمندی ہے ، اور اس کے انکار کرنے میں حکمت کا فقدان لازم ہے۔

وقولہ : ''ثم استوی الی السماء،، پھر اللہ تعالیٰ سما و بلندی کی طرف برابر ہوگیا، اس آیت میں چند وجوہ ہیں :

۱۔ کسی نے کہا ہے کہ دخان (دھوئیں) میں برابر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''استوی الی السماء وھی دخان (سورۃ فصلت : ۱۱) پھر آسمان کی طرف برابر ہوگیا جو دخان ہے۔

۲۔ کسی نے کہا ہے کہ 'استوی، بمعنی ''تم،، ہے یعنی پورا ہوگیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''بلغ اشدہ واستویٰ،، اپنی پوری سختی کو پہنچ گیا اور پورا برابر ہوگیا (سورۃ الاحقاف : ۱۵)۔

۳۔ کسی نے کہا ہے کہ ''استوی،، بمعنی استولیٰ ہے۔ یعنی غالب ہوگیا ، مسلط ہوگیا۔

ایسی آیتوں کے متعلق جن میں مشبہہ (۱) یعنی تشبیہ کا عقیدہ رکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا ایسے اوصاف کے ساتھ متصف ہونا ثابت ہے جن کے ساتھ (بظاہر) بطور تشبیہ بہت سی مخلوق متصف ہے، ہمارے یہاں اصل مفہوم حسب ذیل ہے، یہ آیتیں مثلاً ''ثم استوی الی السماء،، ''استوی علی العرش (سورۃ الاعراف: ۵۴، سورۃ یونس: ۳، الرعد: ۲، الفرقان: ۵۹ ،السجدہ: ۴، الحدید: ۴)، نیز ''وجاء ربك (سورۃ الفجر: ۲۲)، ''ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۰) ہیں، (جن میں یہ ذکر ہے کہ 'اللہ آیا، یا آئیگا، ظاہر ہے کہ 'آنا، جیسا فعل اللہ کے شایان شان نہیں)۔

درحقیقت ایسی متشابہات آیتوں کا مفہوم چند طریقوں سے بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم انہیں اوصاف کے ساتھ متصف کریں جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور وصف کسی دوسرے کے فعل و وصف کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتا، کیونکہ ہمارا اجمالی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ مماثلت و مشابہت نہیں رکھتا (ان اللہ لیس کمثلہ شیء)، اور نہ یہ جایز ہے کہ کوئی شیء کسی طرح بھی اس کے مثل ہو، کیونکہ اس جیسا کوئی چیز

---

(۱) مشبہہ یعنی تشبیہ کا عقیدہ رکھنے والے دو قسم کے ہیں: (۱) وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی دوسرے کی ذات کے مشابہ سمجھا۔ (۲) وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو کسی دوسری ذات کے صفات کے مشابہ گردانا۔ دونوں طرح کے لوگ مختلف گروہوں میں منقسم ہیں۔

یہاں امام منصور ماتریدی نے بظاہر دوسری قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس قسم کے لوگوں میں بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو اس کی مخلوق کے ارادہ کے مشابہ سمجھا ہے (یہ بصرہ کے معتزلہ کا عقیدہ ہے)، اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کے کلام کو اس کی مخلوق کے کلام کے مانند سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے مقالات الاسلامیین ج ۲ ص ۲۰۸، نیز الفرق بین الفرق ص ۲۲۰)۔

نہ ہوسکتی ہے نہ ہوگی، اور نہ کوئی چیز کسی طرح کسی بات میں اللہ کی مشابہت میں کبھی پہلے وجود میں آئی۔

روایت و درایت دونوں طرح سے یہ بات ناقابل قبول ہے اور کسی طرح جایز نہیں کہ صانع کسی فعل کے ساتھ متصف ہونے میں کسی دوسرے کے مانند ہو (کیونکہ اس صانع کے سوا کسی غیر کا وجود متصور نہیں)، اور اللہ تعالی کا حی (صاحب حیات) قدیر (صاحب قدرت) سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) ہونا پیدا کی ہوئی اشیاء کی حقیقت کے منافی ہے کہ مخلوق زندہ ہونے، قدرت رکھنے، اور سمع و بصر رکھنے میں پیدا کرنے والے (خالق) سے بالکل مختلف ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور کسی مخلوق کی ذات و صفات میں کوئی مماثلت و مشابہت نہیں، اور قرآن حکیم کا حکم اور بیان لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت و فعل کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جس کا اظہار و ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

٢۔ دوسرا طریقہ اسلوب بیان کا ہے جو مختلف ہوتا ہے اور جس سے طرح طرح کے معانی کا امکان ہوتا ہے، کہیں کلام کو مختصر کرتے ہیں، اور سمجھنے کے مواقع میں وضاحت سے احتراز کیا جاتا ہے، جیسے ''جاء ربك والملك،، (الفجر: ٢٢) کہ معنی ''جاء ربك بالملك،، ہے، یعنی تمہارا پروردگار فرشتے لایا،، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول اذهب انت و ربك،، فقاتلا، (المائدہ: ٢٤) یعنی آپ (اے موسی) اپنے پروردگار کے ساتھ جائیے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ موسی علیہ السلام اپنے پرور دگار کے ساتھ مل کر مقاتلہ کریں گے، جیسا کہ کلام سے مفہوم ظاہر ہے۔

اسی طرح یہ معلوم ہے کہ فرشتے آتے ہیں، (اور اللہ کے حکم کو عملی جامہ پہناتے ہیں)، اس مفہوم کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''لایسبقونه بالقول

وهم بأمره یعملون،، (الانبیاء : ۲۷) یه فرشتے اللہ تعالیٰ سے قول میں سبقت نہیں کرتے اور وہ لوگ اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ھیں،، ۔ اسی طرح کی آیت ھے : ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ (البقرۃ : ۲۱۰) الایه، یعنی وہ نہیں دیکھتے مگر یہ کہ اللہ ان کے پاس آجائے ۔ (یعنی اللہ کے آنے کا انکو انتظا رھے ؟)

مزید برآں یہ بات واضح ھے کہ کسی کا یہ عقیدہ نہیں اور نہ یہ بات کسی کے وھم میں بھی متصور ھے کہ ''اللہ تعالیٰ کی آمد،، یا نزول، یا نظر کرنے، کا مفہوم وھی ھے جو ان الفاظ سے ظاھر ھے ۔

فرشتوں کے نزول کے ذکر سے مراد ان کی عظمت و شان کا بیان ھے اور واقعے کی اھمیت کی توضیح، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ''یوم یرون الملائکة لا بشری،، (سورۃ الفرقان : ۲۲) (جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے، کوئی خوشخبری نہ ھوگی . .) نیز ''ماننزل الملائکة الا بالحق و ما کانوا اذاً منظرین (سورۃ الحجر : ۸) ھم فرشتوں کو صرف حق کے لئے اتارتے ھیں، اور وہ اس وقت دکھائی نہیں دیتے تھے ،، سے ظاھر ھے ۔

اللہ تعالیٰ کے قو ل''الرحمن علی العرش استوی،، (سورۃ طه : ۵) کی دو توجیہیں ھیں :

۱ ۔ عرش کا مفہوم یہ ھے کہ پوری ملکیت اور پورا غلبه جس میں کوئی کمی نہیں ھو سکتی اللہ کے لئے ھے، اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی تدبیر یا غلبه کار آمد ھے ۔

۲ ۔ عرش کو ساری مخلوق پر بلندی و رفعت حاصل ھے ، لوگوں کے اوھام میں یہ عام ھے ، تو آیت کا مفہوم یہ ھے کہ اللہ تعالیٰ ساری بلندیوں سے ارفع و اعلی ھے، اور ان کے وجود سے پہلے ھی ھر شے سے بلند تھا، اور اب بھی اس کو سب پر قدرت و غلبه حاصل ھے ، ولاقوۃ الاباللہ ۔

غرض اصل مفہوم وہی ہے جو ہم ذکر کرچکے ہیں کہ اللہ کے فعل کو مخلوق کے فعل کے ساتھ ، اور اس کے کسی وصف کو مخلوق کے کسی وصف کے ساتھ کوئی اندازہ اور نسبت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ کوئی شے اس کے مانند نہیں؛ لیس کمثلہ شی (سورۃ الشوری : ۱۱)

وقولہ : ''فسوا ھن سبع سموات وھو بکل شی علیم،، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سات آسمانوں میں برابر کردیا، اور وہ ہر شئے کا علم رکھنے والا ہے۔

(یہی مضمون چند طرح سے ادا ہوا ہے) ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فسوا ھن (پس ان کو برابر کیا) ایک مرتبہ فرمایا : خلق سبع سموات : انہوں نے سات آسمان پیدا کئے (سورۃ الطلاق : ۱۲؛ سورۃ الملك : ۳) اور ایک مرتبہ فرمایا : فقضاھن سبع سموات (سورۃ فصلت : ۱۲) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق سات آسمان ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک بار فرمایا : بدیع السموات (سورۃ البقرۃ : ۱۱۷) آسمانوں کو پہلی بار پیدا کرنے والا، ان سب آیتوں کا مرجع و مآل ایک ہی ہے۔

وقولہ : ''واذ قال ربك للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ، قالوا : اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفك الدماء،،۔ اور جب (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پروردگار نے کہا فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے عرض کیا : اے اللہ : کیا زمین میں آپ ایسے شخص کو بنائیں گے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا ؟

شیخ رضی اللہ عنہا (امام ابو منصور ماتریدی) نے فرمایا : یہ قول سورۃ بقرہ کی ان آیتوں کے بارے میں ہے جن میں آدمؑ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے، اور اس بات کا اظہار ہے کہ ان کے بارے میں اہل تفسیر نے ہم میں سے کسی کی شہادت کے بغیر کہا ہے کہ اس میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں وہ سب درست ہیں، یا کسی شئے کی تحقیق پر یقین ہے، اور پھر اس کی پوری تفصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔

لیکن تدبیر انسانی غالباً جن باتوں کا احتمال رکھتی ہے اور جن کا دخل ہمارے لئے مبلغ علم ہے وہ یہ ہے کہ اہل حرفہ (اور محنت کرنے والوں) کے لئے یہ وصف جایز ہے، اگرچہ فرشتوں کو ہر ایسے مفہوم سے پاک رکھنا بہتر ہے جس میں وحشت ہو جو نامانوس ہو، فرشتوں کی صفت تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ یہ اطاعت گذار اور فرماں بردار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ''لایعصون اللہ ما امر ھم ویفعلون مایومرون،، (التحریم : ٦) جو حکم اللہ دیتا ہے اس سے وہ سرتابی نہیں کرتے، اور جو حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں ۔ ''وقالوا اتخذ الرحمن ولدا ..... لایسبقونہ بالقول،، الایۃ (الانبیاء : ٢٦) لوگ (مشرکین) کہتے ہیں رحمان (اللہ تعالیٰ) نے (فرشتوں کو) اولاد بنالیا ہے، گفتگو میں اللہ پر سبقت نہیں کرتے ۔،، ''یخافون ربھم من فوقھم و یفعلون مایومرون،، (النحل : ٥٠) فرشتے اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں ۔ ''لایستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون (الانبیاء : ١٩) اللہ کی عبادت سے وہ بڑائی نہیں چاہتے، اور نہ عجز و حسرت کا اظہار کرتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے آثار مروی ہیں جن سے فرشتوں کی طاعت و عبادت پر مواظبت و ہمیشگی ظاہر ہے(١) ۔

---

(١) طبری نے سعید بن جبیر سے جید اسناد کے ساتھ روایت کی ہے، فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے ایک منافق پر ایک مسلمان کا اس حال میں گزر ہوا،تو اس سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور تو بیٹھا ہے ؟ اس منافق نے کہا : اگر تمہیں کچھ کام ہے تو جاؤ اپنا کام کرو، مسلمان نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ ضرور کوئی ادھر سے گزریگا تو تمہارے اس فعل کو انکار کریگا ۔

اتفاق یہ ہوا کہ حضرت عمر بن الخطاب گذرے، تو آپ نے اس سے کہا : اے فلانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور تو بیٹھا ہے ؟ ان سے اس نے ایسا ہی کہا (کہ آپ اپنا کام کیجئے)، یہ میرا عمل ہے، حضرت عمر نے اس پر حملہ کیا اور اس کو اتنا مارا کہ حتم ہوگیا ۔

پھر حضرت عمر مسجد میں داخل ہوئے اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب حضور فارغ ہوئے، تو عمر آپ کے سامنے کھڑے ہوے اور عرض کیا : یا نبی اللہ : تھوڑی دیر ہوئی میں فلاں شخص پر گذرا بحالیکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے اس سے کہا : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہیں اور تو بیٹھا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جاؤ اگر کچھ کام ہے تو اپنا کام کرو ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیوں نہیں تم نے اس کی گردن ماردی ؟ حضرت عمر عجلت کے ساتھ اٹھے ۔